OPEN ACCESS: “*EPISTEMOLOGY”*
eISSN: 2663-5828; pISSN: 2519-6480
Vol.12 Issue 13 June 2023

انتقالِ خون اور شریعت کا اصولِ مصلحت

BLOOD TRANSFUSION AND PRINCIPLE OF EXPEDIENCY IN SHARIA

Dr. Mehr Din
Assistant Professor, The Commerce College, Pattoki

Dr. Tariq Mahmood
Assistant Professor, The Commerce College, Pattoki

Abstract: Human life is dependent on blood. Due to some diseases, the human body becomes unable to produce the new blood cells, or the generated cells are damaged. In these situations, the blood transfusion is required. In operations and surgery cases, blood is also necessary for patients. In accidents, the injured persons come across the blood deficiency. In such cases, blood is donated and transfused on humanitarian grounds. Blood transfusion can save a patient's life and limit the complications of severe blood loss. But in these days Blood transfusion is one of the serious issues of the modern world that are worth explaining in order to make the common people aware of the legal positions with respect of Islamic teachings. In this article it has been tried to explore the legal status of blood transfusion in the light of principle of Islamic Shariah "Maslaha".

Keywords: Blood transfusion, Expediency, legal status

خون قوام حیات ہے۔اسی خون کی کمی سے انسان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔انسان کے نظامِ دوران خون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ نظام ہے جس پر تحقیق کے نتیجہ میں لاکھوں ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور یہ حیرت کی ایک ایسی دنیا ہے جہاں ہر روز خالق کائنات کی قدرت کے نئے نظارے انسان کو دعوتِ فکر و تحقیق دے رہے ہیں۔انسانی نظامِ دوران خون میں پائی جانے والی شریانوں، وریدوں اور رگوں کی لمبائی 66ہزار میل سے بھی زیادہ بنتی ہے جو کرہ ارض کے کل قطر سے اڑھائی گنا سے زیادہ ہے۔[1] اس ہزاروں میل کے نیٹ ورک کے ذریعہ خون تازہ آکسیجن جسم کے ہر خلیہ تک پہنچاتا ہے۔اور آپ جانتے ہیں کہ یہ عمل انسان کی پیدائش سے بہت پہلے شروع ہوتا ہے اور آخری دم تک چلتا ہے۔خالق کائنات کا یہ عظیم شاہکار اتنا حساس ہے کہ صرف ایک لمحہ کی رکاوٹ سے کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

انتقال خون کی طبّی اور واقعاتی صورت حال

عصر حاضر میں انسانیت جدید میڈیکل سائنس کی احسان مند ہے کہ مسلسل تحقیق اور تجربات کے نتیجے میں آج ممکن ہو گیا ہے کہ ایک انسان کا خون بغیر کسی تکلیف کے حاصل کر کے کسی ایسے شخص کے جسم میں داخل کر دیا جائے جس کا اپنا خون کسی حادثہ وغیرہ کے نتیجہ میں ضائع ہو چکا ہو اور اسے دوسرے شخص کا اسی طرح جزوبدن بنا دیا جائے جس طرح کہ یہ اس کا اپنا خون ہے۔یاد رہے کہ ایک شخص کا خون دوسرے انسان میں منتقل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں شخصو ں کے خون کا گروپ ایک ہو اور خون ایک دوسرے سے موافقت بھی رکھتے ہوں۔نیز صرف صحت مند افراد کا خون لیا جائے۔کیونکہ مہلک امراض میں مبتلا یا نشہ کرنے والے افراد کا خون دوسرے شخص کے جسم میں داخل کرنے سے نشہ یا بیماری کے اثرات دوسرے آدمی پر اثرانداز ہو سکتے ہیں۔جس سے فائدہ کی بجائے نقصان کا اندیشہ ہے۔

انتقال خون کے حوالہ سے درج ذیل باتیں اطباء کے ہاں مسلم ہیں:[2]

۱۔ ہر صحت مند انسان ۱۸ سال سے لے کر ۶۵ سال تک خون کا عطیہ دے سکتا ہے۔
۲۔ ہر انسان میں کم و بیش ۵ لیٹر خون ہوتا ہے۔
۳۔ اس میں سے تقریباً آدھا لیٹر خون اضافی (ریزرو) ہوتا ہے۔
۴۔ ہر انسان بغیر کسی تکلیف کے تین ماہ بعد دوبارہ خون کا عطیہ دے سکتا ہے کیونکہ جو خون بطور عطیہ جسم سے نکالا گیا ہے وہ تین ماہ میں دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے۔
۵۔ ایک ہی وقت میں آدھے لیٹر سے زیادہ خون کا عطیہ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

انتقال خون کی طبّی اور واقعاتی صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد اب اسلام کے اصول مصلحت کی روشنی میں اسکے جواز یا عدم جواز کا تعین کیا جائے گا۔

خون کی حرمت

خون بذات خود حرام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ ﴾[3]

"تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو، حرام ہے"۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحْمُ ٱلْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ ﴾[4]

"تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو"۔

سورۃ الانعام میں حرمت خون کو اسطرح بیان کیا گیا ہے:

﴿ قُل لَّآ أَجِدُ فِى مَآ أُوحِىَ إِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُۥٓ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُۥ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾[5]

"(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ جو کچھ بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہو خون یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ یہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو (اسطرح کہ اسے غیر اللہ کے لیے نامزد کر کیا گیا ہو"۔

سورۃ النحل میں حرمت خون کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخَنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾[6]

"تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکار گیا ہو، حرام ہے"

متذکرہ آیات قرآنیہ سے واضح ہوتا ہے کہ خون اسی طرح حرام ہے جس طرح مردار اور سور کا گوشت وغیرہ۔

حرام چیز سے علاج کی ممانعت

حرام اور نجس اشیاء سے علاج اصلاً منع اور حرام ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ))[7]

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے بیماری اور دوا (علاج) دونوں اتارا ہے اور ہر بیماری کی ایک دوا پیدا کی ہے لہٰذا تم دوا کرو لیکن حرام سے دوا نہ کرو''۔

اسی طرح ایک صحابی نے جب نبی کریم ﷺ سے شراب کو بطور دوا استعمال کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ ذَكَرَ طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ أَوْ سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ، فَنَهَاهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَنَهَاهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّهَا دَوَاءٌ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا، وَلَكِنَّهَا دَاءٌ))[8]

"جناب وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، طارق بن سوید یا سوید بن طارق نے ذکر کیا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا تو آپ نے انہیں منع فرمایا، انہوں نے پھر پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر منع فرمایا تو انہوں نے آپ سے کہا: اللہ کے نبی! وہ تو دوا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں بلکہ بیماری ہے''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عن أبي هريرة، قال: ((نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الدواء الخبيث[9]))

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجس یا حرام دوا سے منع فرمایا ہے"

شریعت کا اصول مصلحت

شریعت اسلامی کا ایک اہم اصول مصلحت ہے۔ اسلام ایک دین فطرت ہے جس کے احکام تدریجاً نازل ہوئے جس سے عیاں ہے کہ مصالح العباد کی رعایت دین اسلام کا مقصد اوّل ہے۔ فرد اور معاشرے کی حقیقی مصلحت جس سطح پر بھی نمودار ہوتی ہے۔ تشریع اسلامی اس کی بھرپور رعایت و حمایت کرتی ہے۔ لیکن مصلحت وہی معتبر ہوگی جو شارع کی نظر میں واقعی مصلحت ہے۔ مصلحت کا لفظ ''صلاح'' سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع مصالح آتی ہے۔ الصحاح میں مصلحت کے مفہوم کو یوں بیان کیا گیا ہے:

الصلاح : ضد الفساد۔۔۔ والمصلحة واحدة المصالح والا ستصلاح نقيض الاستفساد۔

''اصلاح فساد کی ضد اور مصلحت، مصالح کی واحد ہے اور استصلاح فساد دفع کرنے کی طلب ہے''۔

امام غزالیؒ مصلحت کا اصطلاحی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

المصلحة فهى عبارة فى الاصل عن جلب منفعة او دفع مضرة ولسنا نعنى به ذلك، فان جلب المنفعة و دفع المضره مقاصد الخلق و صلاح الخلق فى تحصيل مقاصد هم لكنا نعنى بالمصلحة: المحافظة على مقصود الشرع، و مقصود الشرع من الخلق خمسة وهوان يحفظ عليهم دينهم ، و نفسهم و عقلهم ونسلهم ومالهم، فكل مايتضمن حفظ هذه الاصول الخمسة فهو مصلحة، وكل مايفوت هذه الاصول ، فهو مفسدة ودفعها مصلحة[10]

''مصلحت بنیادی طور پر حصول منفعت یا نقصان کو دور کرنے سے عبارت ہے۔ بلاشبہ حصول منفعت اور دفع مضرت مقاصد خلق میں سے ہے اور انسانوں کی بہتری واصلاح اسی میں ہے کہ یہ مقاصد حاصل ہوں۔ مصلحت سے ہماری مراد یہ ہے کہ شریعت کے مقاصد کا تحفظ کیا جائے، انسانوں سے متعلق شریعت کے پانچ مقاصد ہیں اور یہ وہ ہیں کہ ان کے دین، جان، عقل، نسل اور مال کا تحفظ کیا جائے۔ لہذا ہر وہ چیز جس سے ان پانچ اصولوں کا تحفظ ہو وہ مصلحت ہے اور جس سے ان اصولوں کو نقصان پہنچے وہ مفسدہ ہے۔ایسے مفسدہ کو دور کرنا مصلحت کہلاتا ہے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں ضرورت کا اعتبار کرتے ہوئے جلب مصلحت اور دفع مفسدہ کی صراحت کی ہے بلکہ مصالح کی بابت فکری تغلیط کی نشاندہی کرتے ہوئے جلب مصلحت اور دفع مفسدہ و مضرت، ہر دو میں مصلحت ہی کی کارفرمائی پر غور و فکر کی دعوت بھی دی ہے۔

ابن تیمیہ کے طرز عمل سے مصلحت کے اصول کے اطلاق کی ایک مثال ابن قیمؒ روایت کرتے ہیں :

سمعت شيخ الاسلام ابن تيمية قدس الله روحه و نور ضريحه بقول: مررت أنا و بعض اصحابى فى زمن التتار يقوم منهم يشربون الخمرا فأنكر عليهم من كان معى، فأنكرت عليه، وقلت له: انما حرم الله الخمر لا نها تصدعن ذكر الله و عن الصلاة، وهولا ء يصدهم الخمر عن قتل النفوس وسبى الذرية وأخذ الأموال فدعهم[11]

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ فتنہ تاتار کے زمانے میں میرا گزر تاتاریوں کے ایک گروہ پر ہوا جو شراب نوشی میں مشغول تھا۔ میرے ساتھیوں نے انہیں ملامت کرنا شروع کیا تو میں نے انہیں روکتے ہوئے کہا کہ اللہ نے شراب سے اس لیے منع کیا کہ وہ ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہے مگر یہاں شراب ان کو قتل نفوس اور ظلم و ستم سے روکے ہوئے ہے لہذا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو''۔

حالتِ اضطرار میں استثناء

اسی طرح شریعت مطہرہ نے چند خاص اور اضطراری حالتوں میں حرام اور ممنوع اشیاء کے استعمال کو عام قاعدہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

مثال نمبر 1۔ کتا رکھنے سے منع کیا گیا ہے اسے روزانہ کے ثواب میں کمی کا باعث قرار دیا گیا ہے سوائے مویشی اور کھیتی کی حفاظت اور شکار کرنے کے لیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((من امسک کلبا فانه ینقص کل یو م من عمله قیراط الاکلب غنم او حرث او صید))[12]

"جس شخص نے کتا رکھا، اس کے روزانہ کے اعمال میں سے ایک قیراط ثواب کم کیا جاتا رہے گا، البتہ تین صورتوں میں کتا رکھنے کی اجازت ہے"

۱۔ کھیتی کی حفاظت کے لیے

۲۔ مویشی کی حفاظت کے لیے

۳۔ شکار کرنے کے لیے"

مثال نمبر 2۔ سور، مردار اور خون وغیرہ کا بطور خوراک استعمال حرام ہے البتہ اضطراری صورت اس سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر کسی کو بھوک کے پیش نظر ہلاکت کا اندیشہ ہو اور مذکورہ حرام چیزوں کے علاوہ اور کوئی چیز میسر نہ ہو تو جان بچانے کی خاطر بقدر ضرورت ان کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ ٱللَّهِ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾[13]

"تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا نہ ہو اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

سورۃ المائدہ میں بھی مذکورہ اشیا کی حرمت کا ذکر کرنے کے بعد مضطر کو یوں مستثنیٰ قرار دیا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةُ وَٱلْدَّمُ وَلَحْمُ ٱلْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِ وَٱلْمُنْخَنِقَةُ وَٱلْمَوْقُوذَةُ وَٱلْمُتَرَدِّيَةُ وَٱلنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ ٱلسَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى ٱلنُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُواْ بِٱلأَزْلاَمِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ٱلْيَوْمَ يَئِسَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن دِينِكُمْ فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَٱخْشَوْنِ ٱلْيَوْمَ

أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلاَمَ دِيناً فَمَنِ ٱضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[14]

''پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو (تو ان چیزوں کے کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں) اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

اسی استثنا کو سورۃ الانعام میں بھی بیان کا گیا ہے:

﴿قُل لاَّ أَجِدُ فِي مَآ أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلاَّ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[15]

''پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے''۔

اس اضطراری حالت کا ذکر سورۃ النحل میں اس طرح ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلْدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخَنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾[16]

"پھر جو مجبور ہو جائے اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو اور زیادتی کرنے والا نہ ہو تو (اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں) بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں فقہا نے یہ قواعد وضع کیے ہیں:

الضرر يزال[17]

''یعنی ہر قسم کی مشقت اور تکلیف کو دور کیا جائے گا''۔

الضرورات تبيح المحظورات[18].

''ضرورتیں ممنوع اشیاء کو جائز کر دیتی ہیں''

ما ابيح للضرورة يتقدر بقدرها[19]

''ضرورت کی وجہ سے صرف اسی قدر اشیاء جائز ہوتی ہیں جس قدر ان کی ضرورت لاحق ہوتی ہے''۔

انتقالِ خون اور اصولِ مصلحت

قرآن و سنت سے ماخوذ مذکورہ بالا مسلمہ قواعد سے معلوم ہوا کہ جلب منفعت یا دفع مضرت کے لیے ممنوع اشیاء کا استعمال ایک حد تک جائز ہے۔ اسی کا دوسرا نام مصلحت ہے جو کہ فقہ اسلامی کا ایک اہم ماخذ ہے۔ اگر کسی شخص کو شدت

بھوک کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ ہو اور خون کے علاوہ اور کوئی چیز اس کے پاس موجود نہ ہو تو مصلحت کا تقاضا ہے کہ اسے خون پینے کی اجازت دی جائے تاکہ اسکی جان بچ سکے۔یہی صورت حال انتقال خون کی ہے۔اگر حادثہ وغیرہ کی صورت میں کسی شخص کا خون ضائع ہو جائے تو جدید طبّی سہولیات کے پیش نظر کسی دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں منتقل کر کے اس کی جان بچائے جاسکتی ہے۔کیونکہ یہ حالت اضطرار ہے اور حالت اضطرار میں حرام اشیاء بقدر ضرورت استعمال میں لانا جائز ہے۔جان کا تحفظ شریعت کے مقاصد خمسہ میں سے ہے اور اسی کا نام علماء نے مصلحت رکھا ہے۔انتقال خون میں تحفظ جان ہی کی مصلحت کارفرما ہوتی ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خون حرام ہے اور حرام چیز سے علاج کرنا بھی ممنوع ہے۔ساری صورت حال کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ انتقال خون میں خون کا استعمال بطور دوا یا علاج نہیں ہے بلکہ خون اسلیے استعمال کیا جاتا ہے کہ مریض علاج کے قابل ہو جائے اور خون کی گردش از سر نو جاری ہونے سے دوا موئثر ہونے کو ممکن بنایا جاسکے کیونکہ خون کے نہ ہونے کی وجہ سے ادویات کا استعمال بے سود ہوتا ہے اور اس قوام حیات (خون) کو صرف مریض کی زندگی قائم رکھنے کے لیے اس کے جسم میں منتقل کیا جاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں انتقالِ خون پر شریعت کے اصول مصلحت کا اطلاق اور علماء کرام کے مواقف و فتاویٰ

عصر حاضر میں انتقالِ خون پر شریعت کے اصول مصلحت کے اطلاق کا جائزہ لینے کے لیے مذکورہ مسئلہ کے بارہ میں عصر حاضر کے علماء کرام کے مواقف و فتاویٰ کا بیان ناگزیر ہے۔بعض علماء و مفتیان کرام نے اصولِ مصلحت کی روشنی میں اضطراری حالت میں تحفظِ جان کی خاطر انتقالِ خون کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔بعض علماء عظام انتقالِ خون کی ممانعت کی رائے رکھتے ہیں مگر بکراہت مشروط انداز میں وہ بھی انتقالِ خون کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔اس ضمن میں چند فتاویٰ پیشِ خدمت ہیں جن سے انتقالِ خون پر شریعت کے اصول مصلحت کے اطلاق کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

مفتی اعظم سعودی عرب، الشیخ محمد بن ابراہیم کا فتویٰ

الشیخ محمد بن ابراہیم سے انتقال خون کے بارے میں سوال کیا گیا:

هل يجوز نقل الدم من جسم الانسان الیٰ جسم انسان آخرمع مراعا ة عدم الضررللجسم المنقول منه و هل يثاب علی ذالک؟

"کیا ایک انسانی جسم کا خون دوسرے انسانی جسم میں منتقل کرنا جائز ہے اس بات کی رعایت کرتے ہوئے کہ خون لیے جانے والے جسم کو کوئی ضرر بھی نہ پہنچے اور کیا اس پر اجر و ثواب بھی ملے گا؟"

تو انہوں نے اس کے جواب میں قرآن کریم کی (اضطراری حالت میں مردار، خون سور کا گوشت وغیرہ کھانے کی اجازت دینے والی) آیات سے استدلال کرنے کے بعد فرمایا:

وجه الدلالة من هذه الآيات : انها افادت انه اذا توقف شفا ء المريض او الجريح وانقاذ حياته على نقل الدم اليه من آخر بان لايوجد من المباح ما يقوم مقا مه فى شفا ئه وانقاذ حياته جاز نقل هذا الدم اليه وهذا فى الحقيقة من باب الغذالا من باب الدواء[20]

”ان آیات سے دلالت کی وجہ یہ ہے اس میں فائدہ ہے کہ جب انتقال خون سے کسی مریض یا زخمی کی شفا کی امید ہو اور اس کی زندگی بچ سکتی ہو، کوئی ایسی مباح چیز بھی موجود نہ ہو جس سے اسے شفا مل سکے اور اس کی زندگی بچ سکے تو یہ انتقال خون جائز ہے۔ یہ در حقیقت غذا کے باب سے متعلق ہے اور دوا کے باب سے نہیں۔“

مولانا محمد خالد سیف، اسلام آباد کی رائے

جب کسی مریض یا زخمی کی صحت یابی خون پر موقوف ہو یا اس کی زندگی یا اس کے اعضاء میں کسی عضو کی سلامتی صرف اسی بات پر موقوف ہو کہ اسے خون دیا جائے تو کسی دوسرے انسان کا خون اس کی طرف منتقل کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں بھی مریض کی زندگی بچانے یا اس کے کسی عضو کی سلامتی کے لیے اصول ضرورت کے تحت ایسا کرنا جائز قرار پاتا ہے۔[21].

مفتی محمد شفیع کا فتوی

جب انتقال خون کے بارے میں ان سے استفسار کیا گیا کہ ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا جائز ہے یا نہیں تو انہوں نے جواباً فرمایا:

1۔ جب خون دینے کی ضرورت ہو یعنی کسی کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور ماہر ڈاکٹر کی نظر میں اس کی جان بچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہ ہو تو خون دینا جائز ہے۔

2۔ جب ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دینے کی حاجت ہو یعنی مریض کی ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن ماہر ڈاکٹر کی نظر میں خون دیے بغیر صحت کا امکان نہ ہو اس وقت بھی خون دینا جائز ہے۔[22]

مولانا گوہر رحمان کا فتویٰ

اضطرار کی حالت میں یعنی موت کے خطرے کی حالت میں خون دینا یا دوسری حرام چیزوں کا بقدر ضرورت استعمال کرنا تو بالاجماع جائز ہے اور مذکورہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہے۔ لیکن اگر موت کا خطرہ نہ ہو مگر بیماری اور تکلیف

شدید ہو اور متبادل دوائی موجود نہ ہو تو کیا ایسی حالت میں بھی خون دینا یا کسی دوسری حرام چیز کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء اسلام کا اختلاف ہے مگر متاخرین فقہاء حنفیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر یقین یا ظن غالب یہ ہو کہ خون دینے سے مریض صحت یاب ہو جائے گا اور متبادل دوا میسر نہ ہو تو خون یا دوسری کسی حرام چیز کا استعمال جائز ہے۔[23]

الجزائر کے علماء کا فتویٰ

سعودی عرب کے علمی تحقیقات اور دعوت وارشاد کے اداروں کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن باز نے عالم اسلام کے مختلف مراکز کو خطوط لکھ کر چند فقہی مسائل کے بارے میں استفسار کیا تو الجزائر کی تعلیم اور مذہبی امور کی وزارت نے اپنے ملک کی کمیٹی برائے افتاء کی رائے ارسال کی تھی جس میں انتقال خون کے جواز کے بارے میں کہا گیا:

"کمیٹی نے اطباء کا بیان سننے اور علماء کے ساتھ بحث مباحثے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ زندہ انسان سے خون لے کر مریض کو دینے یا کوئی عضو (مثلاً گردہ) نکال کر مریض کو لگانے کے لیے ایک شرط تو یہ ہے کہ اس سے اسکی موت کا خطرہ بھی نہ ہو اور ضرر پہنچنے کا بھی کوئی اندیشہ نہ ہو۔ اگر عطیہ دینے والے کی موت کا یا ضرر پہنچنے کا خطرہ ہو تو پھر یہ عمل جائز نہیں ہے۔"[24]

اردن کی مجلسِ افتاء کا متفقہ فیصلہ

پوسٹ مارٹم، اعضاء کی پیوندکاری اور انتقالِ خون سے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں حکومت اردن کی مجلس افتاء نے جو متفقہ فیصلہ دیا وہ اردن کے ماہنامہ "هدى الاسلام" (ج21ش4-5) میں طبع ہوا ہے۔ اس فتوی میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کے ہر پہلو کا شرعی دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے اور احادیث، اصولِ فقہ اور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ پوسٹ مارٹم، اعضاء کی پیوندکاری اور خون کا انتقال بوقت ضرورت جائز ہے کیونکہ اصول شریعت یہ ہیں:

1۔ الضرورات تبيح المحظورات

"ضرورت ممنوع چیز کو جائز کر دیتی ہے۔"

2۔ الضرورات تقدر بقدرها

"ضرورت کو بقدرِ ضرورت تسلیم کیا جائے گا۔"

3۔ للضرورت احكام

"ضرورت کے لیے مخصوص احکام ہیں۔"

4۔اذا ضاق الامر اتسع

"جب کوئی معاملہ تنگی کا باعث بنتا ہے تو اس میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔"

5۔ المشقة توجب التیسیر

"مشقت سہولت پیدا کرنے کو لازم ٹھہراتی ہے۔"

6۔ لا ینکر ارتکاب اخف الضررین

"کم تر برائی کو گوارا کر لینا قابلِ اعتراض نہیں۔"

البتہ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل شرائط کی موجودگی ضروری ہے:

1۔ عطیہ دینے والے کی منظوری یا اس کی موت کے بعد اس کے وارث کی منظوری۔

2۔ مضطر کی اشد ضرورت یعنی اس کی زندگی یا سلامتی یا اس کی کسی عضو کی سلامتی اس پر موقوف ہو۔

3۔ ایسا عضو یا اس قدر خون منتقل نہیں ہو سکتا جس سے عطیہ دینے والے کی زندگی خطرے میں پڑ جائے اور یہ عضو بنیادی اہمیت کا حامل ہو۔

4۔ عضو کی منتقلی سے عطیہ دینے والے کے جسم میں غیر معمولی بد نمائی پیدا نہ ہو۔

5۔ یہ عطیہ رضاکارانہ ہو اور کوئی مادی فائدہ پیشِ نظر نہ ہو۔

6۔ خوف خدا رکھنے والے ڈاکٹر کی سفارش اور نگرانی ضروری ہے۔

اس فتویٰ پر اردن کے سات حضرات مفتیانِ کرام کے دستخط ثبت ہیں۔[25]

کویت کے علماء کا فتویٰ

علاج کی غرض سے ایک انسان کا خون دوسرے انسان میں منتقل کیا جا سکتا ہے اگرچہ یہ خون (دم مسفوح) حرام ہے مگر ازراہِ مجبوری ایسا کرنا جائز ہو جاتا ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿و قد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیه﴾[26]

"اللہ تعالیٰ نے ان تمام جانوروں کی تمہیں تفصیل بتادی ہے جن کو تم پر حرام کیا گیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہیں"

لہٰذا بوقتِ ضرورت کسی مسلمان یا غیر مسلم سے خون لینا یا انہیں خون دینا جائز ہے۔[27]

سید ضیاء الدین شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ انڈیا کا فتویٰ

سید ضیاء الدین شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ بانی و صدر ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر حیدر آباد، دکن، انڈیا انتقال خون کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

خون انسانی جسم کا حصہ ہے لیکن اس کی حیثیت جسم کے اندرنی اور بیرونی اعضاء سے اس طور پر جداگانہ ہے کہ یہ جسم میں پیدا ہوتا رہتا ہے، خون کی کچھ مقدار کسی کے لئے عطیہ دینے سے وہ مکمل طور پر ختم نہیں ہوتا' خون کو دودھ پر قیاس کیا جاسکتا ہے، دودھ ماں کے جسم کا جز ہے، تاہم بچہ کی شیر خواری کی عمر میں اس کا معدہ چونکہ کوئی اور غذا ہضم کرنے کا متحمل نہیں ہوتا لہذا بربنائے ضرورت اس کے لئے ماں کا دودھ جائز و مشروع رکھا گیا ہے۔ یقیناً انسان اپنے جسم کا مالک نہیں، یہ دراصل اس کے پاس اللہ تعالی کی دی ہوئی امانت ہے، خون بھی انسان کے جسم کا ایک جز ہے، جسم انسانی کے کسی جز کا استعمال اس کی عزت و تکریم کے مغائر اور اس کی اہانت و تحقیر کے مترادف ہے' تاہم علاج کے لئے مندرجہ ذیل ضرورت اور حاجت کی صورتوں میں خون دینے کی اجازت ہے بشرطیکہ اس کی وجہ سے خون دینے والے کے لئے کوئی خطرہ در پیش نہ ہو: (1) ماہر مسلم ڈاکٹر نے کہا ہو کہ اگر مریض کو خون نہ دیا جائے تو اس کی جان جاسکتی ہے۔ (2) ماہر مسلمان ڈاکٹر کے بموجب صحتیاب ہونے کے لئے خون دینے کے علاوہ کوئی صورت نہ ہو۔ اس کے برعکس اگر خون دینے کے سوا کوئی اور طریقۂ علاج ممکن ہو تو ایسی صورت میں خون دینا شرعاً درست نہیں۔ فتاوی عالمگیری' ج 1' کتاب الکراہیۃ' الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات ص 355 میں ہے: یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتۃ للتداوی إذا أخبرہ طبیب مسلم أن شفاءہ فیہ ولم یجد من المباح مایقوم مقامہ۔۔۔ ولا بأس بأن یسعط الرجل بلبن المرأۃ ویشربہ للدواء۔ واللہ اعلم بالصواب [28]

دارالافتاء الاخلاص کراچی کا فتویٰ

انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا (یعنی استعمال کرنا) دو وجہ سے حرام ہے۔

1۔ خون انسان کا جزو ہونے کی وجہ سے واجب التکریم ہے۔

2۔ انسان کا خون بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس ہے، لہذا عام حالات میں جب کہ کوئی اضطراری صورت نہ ہو، آیت قرآنی حرمت علیکم المیتۃ والدم کے پیش نظر اس کا استعمال حرام ہوگا، البتہ جب کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور خون دینے سے اس کی جان بچنے کا ظن غالب ہو اور خون دینے کے علاوہ کوئی متبادل دوا بھی نہ ہو تو ایسی اضطراری حالت میں بقدر ضرورت مریض کو خون دینا جائز ہے، اور اس صورت میں کوئی مسلمان دوسرے کو (یعنی مریض کو) اپنا خون مفت دے تو اس کی بھی گنجائش ہے، بشرطیکہ خود کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو۔

محض منفعت، زینت، قوت و طاقت بڑھانا مقصود ہو تو ایسی صورت میں کسی کا خون استعمال کرنا اور خون دینا ہرگز جائز نہیں۔ [29]

خلاصہ بحث

مذکورہ بحث سے اخذ ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں انتقال خون ایک اہم مسئلہ ہے۔خون چونکہ قوام حیات ہے اس لیے انسانی جسم میں اسکی حیثیت مسلمہ ہے۔جان کا تحفظ شریعت کے مقاصد خمسہ میں سے ہے۔انتقال خون میں تحفظ جان ہی کی مصلحت کارفرما ہوتی ہے۔خون بذات خود حرام ہے لیکن اضطراری حالت میں ایک شخص کی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں داخل کر دینا شریعت کے اصول مصلحت کی روشنی میں جائز ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ سہیل یوسف، نظامِ انتقالِ خون، ماضی وحال۔عطیہ خون کی اہمیت اور ہمارا کردار

https://www.urdukuwait.com/health/2021/08/08/5464/

Sohail yūsuf, Nizām e Inteqāl e Khūn, Mazi wa Hāl. Atiya Khūn ki Ahmiyat aur Hamara Kirdār

2۔ مبشر حسین، حافظ، جدید فقہی مسائل، مبشر اکیڈمی لاہور، 2008ء، ص۱۰۹، ۱۱۰

Mubasher Hussain, Hafiz, Jadīd Fiqhī Masāil, Mubasher Academy Lahore, 2008, pp. 109, 110.

3۔ البقرة۲:۱۷۳ Al-Baqara 2:173

4۔ المائدة۵:۳ Al-Maidah 5:3

5۔ الانعام۶:۱۴۵ Al-An'am 6:145

6۔ النحل۱۶:۱۱۵ Al-Nahl 16:115

7۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الادویۃ المکروھۃ، ح:۳۸۷۴

Sunan Abi Dawūd, Kitāb al-Tib, Bāb fi al-Adawiyyah al-Makruhah, H: 3874

8۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، ح:1984 Sahih Muslim, Kitāb al-Asharba, H: 1984

9۔ سنن الترمذی، کتاب الطب، ح:۲۰۴۵ Sunan al-Tirmidhi, Kitāb al-Tib, H: 2045

10۔ الغزالی، ابی حامد محمد بن محمد، المستصفی من علم الاصول، منشورات الشریف الرضی، قم، ط:۲، ۱۳۶۲ھ، ۱/۲۸۶

Al-Ghazali, Abi Hamid Muhammad bin Muhammad, al-Mustasfa min ’ilm al-usul, Manshurat al-Sharif al-Razi, Qum, i: 2, 1362 AH, 1/286

11۔ ابن قیم الجوزیۃ، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۶ء، ۳/۱۳

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Shams al-Din Abi Abdullah Muhammad bin Abi Bakr Ilam al Moqaīn un Rabbil Ālamīn, Dar al-Kitāb Al-Ilamiya, Beirut, 1996, 3/13

12۔ صحیح البخاری، کتاب المزارعۃ باب اقتناء الکلب للحرث، ح:۲۱۹۷

Sahih al-Bukhari, Kitāb al-Muzariah Bāb Iqtana al-Kalb lil-Harith, H: 2197

13۔ البقرۃ ۲:۱۷۳ Al-Baqara 2:173

14۔ المائدۃ ۵:۳ Al-Maidah 5:3

15۔ الانعام ۶:۱۴۵ Al-An'am 6:145

16۔ النحل ۱۶:۱۱۵ Al-Nahl 16:115

17۔ الاشباہ والنظائر، القاعدہ الخامسۃ، ۱/۱۰۸ Al-Ashbah wal-Nazair, Al-Qaeda Kamsa, 1/108

18۔ ایضاً، ۱/۱۰۷ . Aidan, 1/107

19۔ ایضاً . Aidan

20۔ مجلۃ البحوث الاسلامیۃ، العدد، ۲۲ رجب تا شوال ۱۴۰۸ھ، ص ۵۵، ۵۴

Majallah al-Bahūs al-Islāmiyyah, Al-adad, 22 Rajab ta Shawwal 1408 AH, pp. 55, 54

21۔ سہ ماہی منہاج، ج ۸، عدد ۲، اپریل ۱۹۹۰، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ص ۱۲۷

Seh Mahi Minhaj, Jild 8, adad 2, April 1990, Markaz Tehqīq, Dayal Singh Trust Library, Lahore, p. 127

22۔ محمد شفیع، مفتی، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، ص ۲۴

Muhammad Shafi, Insāni Aza kī Pewandkārī, p. 24

23۔ گوہر رحمن، مولانا، تفہیم المسائل، حصہ اوّل، ص ۲۳۸، ۲۳۹

Gohar Rahmān, Maulanā, Tafhīhm al-Masāil, Hissa I, pp. 238, 239

24۔ مجلۃ البحوث الاسلامیۃ، ریاض، عدد ۲۲، ۴۴، بابت رجب تا شوال ۱۴۰۸ھ۔

. Majallah al-Bahūs al-Islāmiya, Riyadh, adad. 22, 44, Bābat Rajab ta Shawwasal 1408 AH.

25۔ مبشر حسین، حافظ، جدید فقہی مسائل، ص 169

Mubasher Hussain, Hafiz, Jadīd Fiqhī Masāil, Mubasher, p. 169

26۔ الانعام 119:6

. Al-An'am 119:6

27۔ مبشر حسین، حافظ، جدید فقہی مسائل، ص 179

Mubasher Hussain, Hafiz, Jadīd Fiqhī Masāil, Mubasher, p. 179

28 - https://www.ziaislamic.com/Interfaces/fatawa/index.php?qid=812&catid=200

29 - https://alikhlasonline.com/detail.aspx?id=1668